جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ / اگست 2011ء

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

پریم کہانی

مفتی محمد سعید خان

رویت کی تمنا دلِ ناشاد کرے ہے
مغموم ہے، بے کس ہے، تجھے یاد کرے ہے

ہاں! چرخ کہن، پیت کے بڑھنے کی سزا ہو
وہ موت کہ جینے پہ بھی جو صاد کرے ہے

ہاں! ہجر ترا بَنْہیّاں پکڑ جوگی بنا دے
پھر دیکھ، یہ جگ کیا ستم ایجاد کرے ہے

اِس پریم کہانی کو کہاں جا کے کہوں میں
کب سِیس نواؤں کہ تو ارشاد کرے ہے
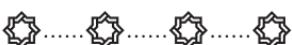
سَنسار تیاگوں کہ اس عالم کو لگے آگ
اجلا مِرا من ہو، یہی فریاد کرے ہے

اِس پر بھی تیرے نام کی مالا ہی جپے ہے
کچھ اس پہ نِگہہ فضلِ خُداداد کرے ہے

اے روح دو عالم، ترا مے خوار، سیہ مست
حاضر ہے جو فرماں بھی تو ارشاد کرے ہے

امّی لقب و خوش نسب و مُرسَلِ رب تو
ویرانۂ دل تو ہی تو آباد کرے ہے

سپنوں میں سعیدؔ ان سے کہا کرتا ہے احوال
ہاں کیسے سنے، جو بھی وہ ارشاد کرے ہے

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ

لاہور

جلد نمبر: 3	رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ/اگست 2011ء	شمارہ نمبر: 14

رابطہ نمبر: 0333-8383337
0333-8383336

E.Mail: alnadwa@seerat.net
www.seerat.net

زرتعاون

فی شمارہ:30 روپے، ششماہی:150 روپے، سالانہ:300 روپے

بیرون ملک

امریکہ، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ
ویسٹ انڈیز، ناروے وغیرہ 30 امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط
بحرین، ایران، عمان، انڈیا وغیرہ 25 امریکی ڈالر
بنگلہ دیش 20 امریکی ڈالر
اکاؤنٹ نمبر: 0060-0081-002374-01-9
الحبیب بینک پاکستان

پتہ برائے خط وکتابت وترسیل زر

دفتر ماہنامہ الحامد: الندوہ ایجوکیشنل ٹرسٹ، مین مری روڈ، چھتر، اسلام آباد پاکستان 46001

مولانا نعیم الدین طابع وناشر نے پرنٹ یارڈ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''الحامد'' لاہور سے شائع کیا

فہرست مضامین

ادار یہ

کیا یہ درست ہے؟

''اپنے مسلک کو چھوڑو نہیں اور دوسرے کے مسلک کو چھیڑو نہیں۔''

مدیر کے قلم سے

گذشتہ شمارے میں جو رونا رویا گیا تھا کہ ''اپنے مسلک کو چھوڑو نہیں اور دوسروں کے مسلک کو چھیڑو نہیں'' کا جو مختلف وقفوں سے ملک بھر میں شوروغوغا اُٹھتا ہے، یہ مسلک حقہ اھل السنۃ والجماعۃ کے کاز Cause کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جو علماء کرام بھی اس مسلک کے قائل ہیں انہیں چاہیے کہ اس نعرے کی وضاحت کریں۔ چونکہ اس نعرے کا وجود اور تشہیر دیوبندی علماء کرام سے ظاہر ہوئی ہے اس لیے وہ اس بات کا سب سے زیادہ حق اور مسئول ہیں کہ اپنے قول کی تشریح کریں۔ بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع نے اوّل تو اس جملے سے اعتناء ہی نہیں کیا اور کیا بھی ہے تو محض سرسری حد تک۔ دیوبندی علماء کے جس مکتبۂ فکر نے اس نعرے کو اپنا مسلک بتایا ہے، وہ کیوں وضاحت نہیں کرتے کہ ان کی اس سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ نعرہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے وجود پذیر ہوا تھا؟ یا پھر یہ کہ ہر دور میں حکمرانوں کو یہ یقین دلانا مقصود تھا کہ ہم آپ کے ہاتھوں میں کھلونا ہیں۔ شریعت مطہرہ کو آپ کی خواہشات کے سانچے میں ڈھالتے رہیں گے اور جیسے آپ کو ملک وملت کا غم کھائے جا رہا ہے، ہم بھی ملک وملت کے اس غم کے ساتھ ساتھ حکومت میں بھی آپ کے شریک کار رہیں گے۔ اتحاد واتفاق بین المسلمین کے جھنڈے تلے اھل السنۃ والجماعۃ کا نام بیچ کر ہر ایک کو خوش رکھیں گے۔ اھل السنۃ والجماعۃ کو نفاقاً اور اللہ سبحانہ وتعالی کو مزعوماً۔

معشوق ما شیوه به هر کس برابر است   با ما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

(میرے محبوب کا رویہ ہر ایک کے ساتھ نباہ کا ہے۔ میرے ساتھ شراب نوشی میں مصروف رہتا ہے اور درویش کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے)

اللہ اجل واکرم کے ہاں جوابدہی کا احساس جتنا بھی کمزور پڑ جائے، باطل سے مفاہمت اتنی ہی سہل ہوتی ہے۔

اھل السنۃ والجماعۃ کرمک شب تاب بن کر رہ گئے ہیں اور اہل بدعت دندناتے ہیں۔ عالم اسلام مجموعی طور پر بدعات میں فرق اور سنت و اتباع سنت کی دولت لٹا چکا ہے۔

نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں دم طوف کرمکِ شمع نے، یہ کہا کہ وہ اثر کہن

(بانگ درا)

علی الاطلاق نہ بریلویت گمراہی کی علامت رہی اور نہ دیوبندیت ہدایت کا چراغ۔ سچائی کہاں ہے؟ ہماری نسلیں تنگ آ کر چھوڑ چکیں اس قضیے کو اور جن لوگوں کو علم کا حقیقی نور اب بھی میسر ہے، وہ شرک و بدعت سے تائب ہو کر اھل السنۃ والجماعۃ کی کشتی میں سوار ہوتے ہیں۔ خال خال چند ایک ہستیاں باقی ہیں جو چارو ناچار اپنی نسبت دیوبند سے کرتی ہیں اور اس نعرے سے باغی و بیزار ہیں کہ اپنے مسلک کو چھوڑو نہیں اور دوسرے کے مسلک کو چھیڑو نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ نعرہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے دور میں عام ہوا۔ وہ اور گورنر پنجاب جنرل سوار خان صاحب جو ایک لاعلم مذہبی، کٹر بدعتی، شخص تھے، بیرون در اتحاد و اتفاق کے درد میں گھلے جاتے تھے اور درون در کے تماش بین تھے، ان کی خوشنودی درکار تھی اور وہ ایسے چٹ پٹے جملوں سے محظوظ ہوتے تھے، اس لیے ان کی عنایات و نوازشات کا مورد بننے کے لیے یہ جملے وضع کیے گئے۔ پھر چل سو چل اب تک اسی قول باطل کی گونج حسب موقع سنائی دیتی ہے۔

دیوبند کے وہ علماء کرام جو تردید بدعت میں لعل اگلتے اور درسفتی ان کا وصف تھا، آہستہ آہستہ رخصت

ہوئے۔ وہ کارواں کسی اور جہاں اُترا اور اب بھی یہ کہتا ہے۔

جس میں اُترا تھا ہمارا کارواں — اب بھی ممکن ہے وہ خالی ہو مکاں

کارواں باشی نے ہر ممکن کوشش کی کہ اس کی جا وہ لیں جو منازل صدق وصفا کے مکیں ہوں اور جن کے تقویٰ پر اطاعت ملائک بھی رشک کرتی ہو لیکن صبح دم دیکھا تو کم علم مولوی اور بدعتی مشائخ براجمان تھے۔ بریلوی علماء کے پیش نشینوں نے اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں کیا کہ کتاب وسنت اور آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے واضح مسلک کو چھوڑ کر تاویلات فاسدہ اور منطق وفلسفہ کے دلائل کاسدہ سے بدعات کا جواز مہیا کرتے رہے، برصغیر کے لاعلم مسلمانوں کی راہ کھوٹی کرتے اور اھل السنۃ والجماعۃ کا وہ قافلہ جس کے حدی خوان حضرت مجدد الف ثانی سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت سید احمد شہید، مولانا محمد اسمٰعیل شہید اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی برد اللہ قبورہم، تھے، ان کی راہ کو کھوٹا اور ان آئمہ پر اس قدر جھوٹے الزامات اور تہمتیں لگاتے رہے کہ ان حضرات نے لاکھ عرض کیا، ہزار لکھا کہ حاشا وکلا ہم مسلمان ہیں، ہمارا کوئی عقیدہ کفریہ نہیں ہے۔ لیکن یہ کفر کو جبراً ان کے گلے منڈھتے رہے کہ تم کافر ہو۔ دلیل یہ کہ ہم کہتے ہیں تم کافر ہو۔ کوئی دن جاتا ہے کہ اب موجودہ دیوبندی مولوی صاحبان اور ان حضرات میں تمیز دشوار ہو جائے گی۔ دونوں اھل السنۃ والجماعۃ کے نام پر دھبہ ہیں اور جو نہیں ہیں، شام نہیں ہوتی کہ ہو جائیں گے۔

کیا منتسبین دیوبند اس حقیقت کا انکار کر سکتے ہیں کہ بہت زمانہ نہیں گذرا، ہمارے تمام اکابرین دن منانے کے سخت خلاف تھے؟ تیجہ، دسواں، چالیسواں، عرس اور محرم وربیع الاول کی تقریبات سب بدعت سمجھی اور کہی جاتی تھیں۔ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، حضرت جہلمی اور حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہم تک نے گمراہ کن نظریات اور ان بدعات کے خلاف پونے دوسو سال تک وہ خم ٹھونک کے لڑائی لڑی کہ آئمہ اھل السنۃ والجماعۃ کی یاد

تازہ کردی۔ وہ علی الاعلان شستگی اور شائستگی سے عوام کو سمجھاتے رہے کہ اہل بدعت کی امامت مکروہ ہے اور نماز وامامت تو درکنار، ان کی مجالس بدعت میں جانا بھی حرام ہے۔ ان کے معیار کے کیا کہنے للہ درھم، ما اجملھم وہ لعل خفتاں کہتے اور لکھتے رہے کہ ماہ ربیع الاول میں سیرت کے جلسے نہ کرواور نہ ان محافل میں جانا کہ یہ اہل بدعت سے تشابہ ہے اور کہاں یہ پستی کہ ان بزرگوں کے نام لیوا یکم سے لے کر بارہ ربیع الاول تک پورے بارہ دن خود محافل سیرت کے نام سے ان بدعات کے ترویج کنندہ ہیں۔ اور کہاں وہ مسلک اھل السنۃ والجماعۃ کے رُمّانی کہ کہتے اور لکھتے رہے کہ ماہ محرم میں نہ کربلا کا واقعہ بیان کرواور نہ ان مجالس میں جاؤ کہ اہل ہوا سے مشابہت ہوگی اور کہاں اب یہ دونوں بدعتی طبقے جو اپنا انتساب اگرچہ ان اکابرین رحمھم اللہ سے ہی کرتے ہیں لیکن حالت دیکھیے اور سر پیٹیے ایک طبقہ تو وہ جو نواصب کی گود میں جا بیٹھے، واقعہ کربلا کا انکار، حضرات اہل بیت رضی اللہ عنھم کی تنقیص، حضرات شہیدین کریمین حسنین ابن علی رضی اللہ عنھم کی صحابیت کا انکار، یزید —— جس کے لعن پر آئمہ حنفیہ بخاری رحمھم اللہ کی تصریحات موجود ہیں —— کہ منقبت اور اکابرین اُمت پر شیعیت کا الزام دھرنا۔ اور دوسرے وہ جو ایام محرم میں چپکے چپکے ایصال ثواب کے نام پر دن منانے کی جھوٹی روایات گھڑتے ہیں۔ کہنے کو یہ سب دیوبندی لیکن اھل السنۃ والجماعۃ کی بجائے اہل بدعت کے امتیازی نشان۔

ان تمام بدعتیوں سے گذارش ہے کہ اگر مسلک اھل السنۃ والجماعۃ وہ تھا، جس پر ہمارے اور آپ کے اکابرین رحمھم اللہ کاربند تھے تو پھر آپ نے اس مسلک کو خدا حافظ کہہ دیا ہے اور اگر آپ اھل السنۃ و الجماعۃ ہیں تو بانگ دھل، ڈونڈی پیٹ کر، ہانکے پکارے یہ کہہ دیجیے کہ اگرچہ ہم ان ہی کے نام پر چندے بٹورتے اور اپنے خطابات کی زینت کو بڑھاتے ہیں مگر ان کی راہ غلط تھی۔ شریعت وہ ہے جو تم ہماری زندگی میں دیکھ رہے ہو۔ اس ہیچر میچر سے کیا سود؟

نفاق کو ترک کر کے اپنی آئندہ نسلوں کو بہت واضح راہ دینی پڑے گی وگرنہ لوگ اس دوغلی صورتحال سے

متنفر ہو کر، نفاق سے پلٹ کر بجائے ایمان میں آنے کے، کفر کے دامن میں پناہ لیں گے دامن میں جا بسیں گے۔

بحمدہ سبحانہ وتعالیٰ اب مرزائیت کے فریب میں تو کوئی آنے سے رہا، جو حضرات مسلکاً اہل تشیع ہیں، ان کی خدمت میں بار بار دین حقیقی کی دعوت پیش کی جاتی ہے۔ بہت سی مخلوق بدعات میں گرفتار ہے اور بریلوی حضرات اپنے مسلک پر نظر ثانی کرنے کو تیار نہیں۔ اھل السنۃ والجماعۃ جب تک ان تمام طبقات میں کام نہ کریں، ہر ایک کو نہایت احسن طریقے سے ان کے مسلک کی کمزوریاں اور کچاپن نہ سمجھائیں تو بات کیوں کر بنے؟ اس لیے اگر یہ سمجھانا ''چھیڑنا'' ہے تو کیا مخلوق خدا گمراہ ہوتی رہے، نسلیں جہالت کے اندھیروں میں زندگی گذار دیں اور اھل حق اپنے فریضے سے غافل رہیں۔ باشعور دماغ اور خیر خواہی سے بھرے دل اس صورتحال کو کیسے ٹھنڈے پیٹوں گوارا کر لیں۔

جو دیوبندی علماء کرام ''چھوڑنے'' اور ''چھیڑنے'' کا نعرہ بلند کرتے ہیں، آخر وہ حکمرانوں کے علاوہ مذہبی طبقات میں کسی کی خوشنودی کے خواہاں ہیں؟ بریلوی علماء اس معاملے میں نہایت زیرک رہے ان کی اکثریت نے نہ یہ نعرہ لگایا، نہ اس کی تائید کی اور نہ ہی اپنی روش تبدیل کی۔ روز اوّل سے جو سبق انہیں ان کے مجدد اعظم جناب احمد رضا خان صاحب نے تلقین فرمایا تھا، وہ اس پر قائم رہے اور اب بھی انہی کا دم بھرتے ہیں۔

جناب احمد رضا خان صاحب اپنی کتب میں جو کچھ تحریر فرماتے رہے ہیں۔ آخر وہ کیوں دوسروں کو ''چھیڑنے'' کے زمرے میں نہ آئے گا؟ عجیب منطق ہے جو جان بوجھ کر ''چھیڑیں'' وہ عشاق کی فہرست میں گنے جائیں اور جو کتاب وسنت کا پرچم بلند کرتے کرتے جاں سے گذر گئے، انہیں جو بھی سب وشتم کرے، ان کی تفسیق وتکفیر کے فتوے دے اس کے بارے میں رویہ ''نہ چھیڑنے'' پر مشتمل ہو۔ ہمارے اس موجودہ دور میں جو بھی دیوبندی علماء کرام اپنے اپنے حلقوں میں سنت وبدعت کا فرق

بیان نہیں کرتے اور اہل بدعت کی کارستانیوں سے عوام کو آگاہ نہیں کرتے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں اور یا پھر انہیں توفیق الٰہی ہی میسر نہیں کہ ان دزدگان کی کی جامہ تلاشی لیں۔ چاہیے کہ دَلْبِے نہ بنیں اور بدعت کے دَلِدَّ رنکال باہر پھینکیں۔

جناب احمد رضا خان صاحب آئمہ اھل السنۃ والجماعۃ رحمہم اللہ کو کیا تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اکابرین تھانہ بھون رحمہم اللہ تک سبھی کو بار بار کافر اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیتے رہے۔ یہ دونوں الفاظ ان کے لیے گویا کہ روزمرہ بن گئے تھے، جس کو دیکھا کافر اور گستاخ کا فتویٰ جڑ دیا۔ ہر مقام اور ہر موقع پر کافر اور گستاخ، کافر اور گستاخ کیا ان کی یہ تحریرات مٹائی جاسکتی ہیں۔ وہ تو کافر اور گستاخ سے کم کوئی مقام ان آئمہ کے لیے تجویز نہ فرمائیں اور آپ ''انہیں مت چھیڑنے'' کا درس دیتے رہیں۔ جیسے باجا، راگ سے پُر ہوتا ہے اور مغنی کے لبوں کے چھیڑنے کی دیر ہوتی ہے، آج بھی آپ ان حضرات کو ذرا ''چھیڑ'' کر تو دیکھیے ان میں سے کون ہیں جو آپ کو گستاخ قرار نہ دیں۔ جو بعض بریلوی علماء ومشائخ ''نہ چھوڑنے'' اور ''نہ چھیڑنے'' کے مسلک پر کاربند ہیں وہ اس سوال کا جواب ضرور دے دیں کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں اور ان سابقہ کافروں سے کیا اب صلح کا ڈول ڈالنا ہے اور اب یہ سب بیک قلم مسلمان ہیں؟

جناب احمد رضا خان صاحب کا طرز تحریر ملاحظہ ہو:

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں ایک گروہ ایسا تھا، جنہیں رسوم و بدعات کی ترویج میں کچھ حرج نظر نہیں آتا تھا۔ ان کے سرخیل جناب مولانا عبدالسمیع صاحب رام پوری تھے۔ انہوں نے بیڑا اُٹھایا کہ جن رسوم وبدعات کی تردید حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت ہمیشہ کرتی رہی، انہی بدعات کو دین وحسنات ثابت کریں گے۔ چنانچہ ۱۳۰۲ھ میں ایک کتاب ''انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ'' تحریر فرمائی اور نہایت زور وشور سے حضرات آئمہ اھل السنۃ والجماعۃ اور

خاص طور سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے قابل صد ستائش خلیفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو راہ ہدایت سے منحرف اور عاصی و علم و فہم سے نابلد قرار دیا، چار انوار اور پانچ لمعات تحریر کیے گئے اور دہائی ڈال دی کہ یہ حضرات سنن و مستحبات (جو کہ درحقیقت بدعات تھیں) کو مٹانے کے درپے ہیں۔ ۱۳۰۴ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ''البراہین القاطعہ علیٰ ظلام الانوار الساطعۃ'' تحریر فرما کر مطبع ہاشمی میرٹھ سے چھپوائی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب پر مہر تصدیق و تحسین بھی ثبت فرمائی۔

جناب احمد رضا خان صاحب نے غالبًا براہین قاطعہ کا مطالعہ فرمایا ہوگا ورنہ وہ اتنا اہم فتویٰ کیسے رقم فرماتے۔ انہوں نے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں شیطان کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا عالم لکھا ہے لہٰذا وہ گستاخ رسول اور کافر ہیں۔ اور پھر اس فتوے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس فتوے کو حرمین شریفین لے گئے اور ان حضرات کی تکفیر علماء مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ سے بھی کروا کر ہندوستان لوٹے۔

اچھا بھائی چلیے آپ نے ان حضرات کو کافر قرار دے دیا۔ چلو چھٹی ہوئی، اب اس سے زیادہ کیا درجہ آپ دینا چاہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے کندے ہوئے لیکن جی کیسے بھرتا ''حدائق بخشش''، میں پھر اس قضیے کو زندہ کرنے کے لیے یہ ذکر لے بیٹھے اور ارشاد ہوا۔

گلہ نہیں ہے مرید رشید شیطاں سے کہ اس کی وسعت علمی کا لاغ لے کے چلے

مطلب اس شعر کا یہ کہ مجھ (احمد رضا خان) کو اس شیطان (حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے جو کہ رشید (احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) کا مرید ہے، اس جرم پر کوئی گلہ نہیں کہ یہ (شیطان، خلیل احمد) لاغ (مذاق اڑاتا ہے، مسخرہ پن کرتا ہے) لے کر چلتا ہے۔ کس وقت؟ جب وہ شیطان کے علم کا یوں قائل ہوتا ہے کہ (خلیل احمد لکھتا ہے) کہ شیطان کا علم، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ وسیع تھا

(لہٰذا یہ خلیل احمد بر بنائے توہین رسالت کافر اور گستاخ رسول ہے۔) دیوبند سے منتسب جو حضرات اہل بدعت کی تردید نہیں کرتے وہ اس شعر کو پڑھیں اور غور فرمائیں کہ کس کی تکفیر کس بے دردی سے کی جارہی ہے اور علماء بریلی شاد باش آپ کے لیے موقعۂ تبریک ہے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت جناب احمد رضا خان صاحب کا یہ شعر لفظ ''لاغ'' کے معنی بیان کرتے ہوئے اردو لغت، ترقی اُردو بورڈ، کراچی والوں نے نقل کر دیا ہے۔ لفظ ''لاغ'' کے معنی میں اس شعر کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اب جب تک اردو زبان بولی، لکھی اور پڑھی جاتی رہے گی، جو بھی لفظ ''لاغ'' کے معنی دیکھا کرے گا تو ہمیشہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام یاد کر کے انہیں گستاخ رسول اور کافر کہے گا اور جناب احمد رضا خان صاحب کو داد دے گا کہ انہوں نے بر موقع گرفت فرما کر اُمت کو ایک خطرے سے آگاہ و محفوظ فرما دیا تھا۔ تحقیق سے کس کو غرض ہوگی اور کتابیں کون کھنگالے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اتنے ہی بڑے مجرم تھے۔ تو جناب احمد رضا خان صاحب کو ان سے ''گلہ'' کیوں نہ پیدا ہوا؟

اس سوال کا جواب اگلے شعر میں ارشاد فرمایا ہے:

ہر ایک مغبچہ، مغ کا ایاغ لے کے چلے　　ہر ایک اپنے بڑے کی بڑائی کرتا ہے

یعنی مجھے (مولانا خلیل احمد صاحب) سے گلہ اس لیے نہیں کہ دیکھیے انہوں نے شیطان کا علم وسیع مان کر اس کی تعریف کی ہے نا تو ہر کوئی اپنے بڑوں کی تعریف کیا ہی کرتا ہے۔ یعنی خلیل احمد شیطان کی راہ پر چل رہا ہے اور وہی اس کا بڑا ہے تو پھر اس نے اپنے بڑے (شیطان) کی تعریف کر کے کوئی برائی نہیں کی۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مُغ (آتش پرست، آگ کی عبادت کرنے والے) جب چلتا ہے تو مغبچہ (ان آتش پرستوں کی اولاد) اپنے بڑے کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس (مغ) کو ایاغ (شراب) پیش کرتا ہے۔

تو چونکہ دنیا میں یہ رسم چلی آئی ہے کہ اپنی بڑوں کی عزت اور ان کا نام بلند کیا جائے جیسے کہ آتش پرستوں کے ہاں بھی ایسی رسم پائی جاتی ہے تو پھر اس شیطان خلیل احمد نے بھی اپنے بڑے (شیطان) کی تعریف تو کرنی ہی تھی۔

کوئی عرض کرتا کہ جناب آپ نے ان حضرات کو جب کافر کہہ دیا تو اب جان چھوڑ دیجیے لیکن اندر کی آگ کون بجھائے۔شیطان بلکہ شیطان کے پیروکار قرار دینے کے بعد چین نہیں۔اگلے شعر میں فرماتے ہیں:

مگر خدا پہ جو دھبہ دروغ کا تھوپا   یہ کس لعیں کی غلامی کا داغ لے کے چلے

اب اس شعر سے کافر و گستاخ ہونے کے فتوؤں کا رُخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پھر کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہوگیا ہے۔علماء وفلاسفۂ متقدمین کے علم کلام کی کتابوں میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قیامت میں اپنے اس فیصلے میں ہٹ جائے اور انہیں جنت میں بھیج دے۔علم کلام کی اصطلاح میں اس مسئلہ کو خلف وعید اور پھر اسی کی فروعات میں سے امکان کذب کا مسئلہ کہتے ہیں۔حضرت مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں جب یہ مسئلہ اُٹھا تو انہوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کا وہی مؤقف بیان کیا جو کہ عقائد کی کتابوں میں تحریر تھا، پھر اسی عقیدے کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان کر دیا۔براہین قاطعہ میں بھی یہی مسئلہ درج ہوا اور جب یہی عبارت جناب احمد رضا خان صاحب کی نظر سے گذری یا سامعہ نواز ہوئی تو ایک قیامت بپا ہوگئی۔جناب احمد رضا خان صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے اور پھر جو فتوے دیے ان کا ذکر تو آگے چل کر آرہا ہے، اس مندرجہ بالا شعر میں یہ الزام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا کہ یہ جو تم نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا ہے تو رشید احمد یہ کس لعنتی (حضرت مولانا

اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ) کی غلامی میں یہ کفر بکا ہے۔یعنی پہلے وہ اس طرح کا فتویٰ دے کرلعنت خداوندی کی زد میں آیا اور اب افسوس ہے کہ تم نے بھی اس ملعون کی غلامی میں اللہ تعالیٰ پر یہ الزام لگا دیا کہ وہ جھوٹا ہے۔

اور یا پھر اس شعر میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب بنا کر کہا ہے کہ تمہارے پیرومرشد رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ پر جو الزام لگایا تھا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے تو تم سوچو کسی لعنتی (رشید احمد گنگوہی) کی غلامی میں تم بھی اپنے اوپر کفر کا داغ (الزام) لگا رہے ہو۔

اردو ادب سے جنہیں مس ہے جانتے ہیں کہ''ارے غنچے لائیو ذرا میرا قلمدان'' کا پس منظر کیا ہے۔ اونگھتے کو سوجاتے کیا دیر، میرٹھ بالائے کوٹ سے جناب ابومحمد صادق علی صاحب نے جو فتویٰ پوچھ لیا، کہ گنگوہ و دیوبند کے علماء کا کیا حکم ہے۔انہوں نے براہین قاطعہ کتاب جو لکھی ہے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جناب احمد رضا خان صاحب پہلے ہی سے پَر تولے بیٹھے تھے فتوؤں کی پٹاری کھولی اور 140 صفحات پر مشتمل پوری کتاب''سبحن السبوح عن کذب عیب مقبوح'' لکھ ماری۔140 صفحات ان حضرات کی تکفیر میں صرف کرنے کے بعد بھی جی نہ بھرا تو''دامان باغ سبحن السبوح'' تیرہ صفحے مزید لکھے اور خلاصہ یہ لکھا کہ

① اسمٰعیل دہلوی نرا کافر تھا۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی اور جناب خان صاحب بھی اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے۔اگر فتویٰ صرف یہ دیتے کہ اسمٰعیل دہلوی کافر تھا تو طبیعت کا غصہ کہاں اترتا نرا کافر کہہ کر اطمینان ہوا۔

② گنگوہی، دیوبندی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی وغیرھم وہابی سب کھلے مرتد ہیں۔

① حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مرتد ② حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

مرتد ③ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مرتد ④ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوی رحمۃ اللہ علیہ مرتد اور ⑤ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مرتد

ان دونوں رسالوں کو رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان سے فتاویٰ رضویہ کا جو نیا ایڈیشن چھپا ہے، اس کی جلد پانزدھم (جلد:15) ص:۳۱۱ سے لے کر ص:۴۶۳ تک ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مرتد۔ اور صرف مرتد ہی نہیں کھلے مرتد۔

ان حضرات کے ارتداد کے بعد پھر دیوبندیت میں رہ ہی کیا گیا؟ یہ تمام اکابر رحمہم اللہ مرتد ٹھہرے تو پھر کیا انہوں نے دوبارہ کبھی اسلام قبول کیا تھا؟ ہم سب ان ''مرتدین'' (معاذ اللہ) کو صحیح معنی میں نہ صرف مسلمان بلکہ آئمہ اھل السنۃ والجماعۃ تصور کرتے ہیں تو ہم خود کیا ہیں؟ کیوں بریلوی علماء دوھرے پن سے کام لینے لگے ہیں۔ صاف کیوں ہمیں کافر نہیں یا مسلمان نہیں کہتے؟ اور جو لوگ یہ ''چھوڑنے'' اور ''چھیڑنے'' کے نعرے لگاتے ہیں ان سے کوئی دریافت کرے کہ تمہارے بزرگوں کو تو وہ منہ بھر بھر کر کافر کہیں اور آپ فرمائیں کہ چھیڑیے نہیں تو کیا کریں۔ غیرت کا فاتحہ دلا دیں؟ چلو بھر پانی لے لیں یا پھر اُلٹے پاؤں پھر جائیں؟

③ جو کذب الٰہی ممکن کہے ملحد ہے۔

(جاری ہے)

❋......❋......❋......❋

تفہیم الفرقان

قسط ③

مفتی محمد سعید خان

⑭ سورۃ فاطر ______ سورۃ الملائکۃ

⑮ سورۃ ص ______ سورۃ داؤد علیہ السلام

⑯ سورۃ الزمر ______ سورۃ الغرف

⑰ سورۃ المومن ______ (۱) سورۃ غافر (۲) سورۃ الطول

⑱ سورۃ حم السجدہ ______ (۱) سورۃ فصلت (۲) سورۃ المصابیح

⑲ سورۃ الشوریٰ ______ سورۃ حم عسق

⑳ سورۃ الجاثیہ ______ سورۃ الشریعۃ

㉑ سورۃ محمد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات ______ سورۃ القتال

㉒ سورۃ القمر ______ سورۃ اقتربت

㉓ سورۃ الحشر ______ سورۃ بنی النضیر

㉔ سورۃ الممتحنۃ ______ سورۃ الامتحان

㉕ سورۃ الصّف ______ سورۃ الحواریّین

㉖ سورۃ الطلاق ______ سورۃ النساء القصریٰ

㉗ سورۃ التحریم ______ سورۃ لم تحرم

㉘ سورۃ الملک ______ سورۃ تبارک

۲۹) سورۃ المعارج ــــــــ سورۃ سأل سائل

۳۰) سورۃ الجن ــــــــ سورۃ قل اوحی

۳۱) سورۃ الدھر ــــــــ سورۃ الانسان

۳۲) سورۃ النباء ــــــــ سورۃ عمّ

۳۳) سورۃ الاعلیٰ ــــــــ سورۃ سبح

۳۴) سورۃ العلق ــــــــ سورۂ اقراء

۳۵) سورۃ البیۃ ــــــــ (۱) سورۃ اھل الکتب (۲) سورۂ لم یکن (۳) سورۃ القیمۃ

۳۶) سورۃ الزلزلۃ ــــــــ سورۃ اذا زلزلت

۳۷) سورۃ التکاثر ــــــــ سورۂ اُلھاکُم

۳۸) سورۃ الماعون ــــــــ سورۃ اَرایتَ

۳۹) سورۃ الاخلاص ــــــــ سورۃ الاساس

۴۰) سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ــــــــ ان دونوں سورتوں کو ملا کر مُعَوِّذَتَیْن بھی کہا جاتا ہے اور اگر ان دونوں سورتوں کے ساتھ دو مزید سورتیں ① قل یا ایھا الکفرون ② قل ھو اللہ احد کو بھی ملا لیا جائے تو ہمارے ہاں یعنی برصغیر میں یہ چاروں سورتیں چار قل بھی کہلاتی ہیں کیونکہ ان چاروں سورتوں کا آغاز لفظ ''قل'' سے ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کبھی ایک ہی سورت کے متعدد نام ہوتے ہیں۔ اب اس تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ ہو کہ کبھی بہت سی سورتوں کو ایک ہی نام سے جمع کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ ''الــمّ والی سورتیں'' تو اس سے مراد قرآن کریم کی وہ تمام سورتیں ہیں جو کہ ''الم'' کے مقطعات سے شروع ہوتی ہیں اور وہ مندرجہ ذیل چھ سورتیں ہیں۔

① سورۃ البقرۃ:۲،پ:۱،اس سورت کا آغاز الم ① ذلک الکتب لا ریب فیہ سے ہوتا ہے

② سورۃ ال عمران:۳،پ:۳،اس سورت کا آغاز الم ① اللہ لا الہ الا ھوالحی القیوم سے ہوتا ہے

③ سورۃ العنکبوت:۲۹،پ:۲۰،اس سورت کا آغاز الم احسب الناس ان یترکوان یقولوا امنا سے ہوتا ہے۔

④ سورۃ الروم:۳۰،پ:۲۱،اس سورت کا آغاز الم ① غلبت الروم سے ہوتا ہے۔

⑤ سورۃ لقمن:۳۱،پ:۲۱،اس سورۂ مبارکہ کا آغاز الم ① تلک ایت الکتب الحکیم سے ہوتا ہے۔

اور

⑥ سورۃ السجدہ:۳۲اور پ:۲۱،اس سورۂ مبارکہ کا آغاز الم ① تنزیل الکتب لا ریب فیہ من رب العلمین سے ہوتا ہے۔

اس طرح کی دوسری مثال "مسبِحاَت سبعه" ہیں

مسبِحاَت سبعه قرآن کریم کی وہ سات ایسی سورتیں ہیں جن کا آغاز اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے ہوتا ہے۔ ان ساتوں سورتوں کی پہلی آیت کا پہلا لفظ ہی ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ہر عیب سے پاک ہونے اور اُس ذات اقدس کے بے عیب ہونے کا ذکر ہے۔ مندرجہ ذیل نقشے سے قرآن کریم میں ان ساتوں سورتوں کو آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔

مُسَبِّحَاتِ سبعه

(وہ سات سورتیں جن کا آغاز اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے ہوتا ہے)

نمبر شمار	سورت	پارہ	آیات
1	بنی اسرائیل	15	111

2	الحدید	27	29
3	الحشر	28	24
4	الصّف	28	14
5	الجمعہ	28	11
6	التغابن	28	18
7	الاعلیٰ	30	19

مندرجہ بالا نقشے پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان مسبحات سبعہ میں سے

پہلی سورت: سورۂ بنی اسرائیل:۱۷، پ:۱۵، ہے اور اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ (پاک ہے وہ ذات)

دوسری سورت: سورۂ حدید:۵۷، پ:۲۷ ہے اور اس کا آغاز سَبَّحَ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کی) سے ہوتا ہے۔

تیسری سورت: سورۂ حشر:۵۹، پ:۲۸ ہے اور اس کا آغاز بھی سَبَّحَ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کی) سے ہوتا ہے۔

چوتھی سورت: سورۃ الصّف:۶۱، پ:۲۸ ہے اور اس کا آغاز بھی سَبَّحَ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کی) سے ہوتا ہے۔

پانچویں سورت: سورۂ جمعہ:۶۲، پ:۲۸ ہے اور اس کا آغاز بھی یُسَبِّحُ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بھی بیان کرتے ہیں) سے ہوتا ہے۔

چھٹی سورت: سورۂ تغابن :۶۴، پ:۲۸ ہے اور اس کا آغاز بھی یُسَبِّحُ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں) سے ہوتا ہے۔

ساتویں سورت: سورۂ اعلیٰ :۸۷، پ:۳۰ ہے اور اس کا آغاز سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (اپنے پروردگار کی پاکیزگی بیان کیجیے جس کی شان سب سے اونچی ہے) سے ہوتا ہے۔

یہ ساتوں سورتیں "مُسَبِّحَاتِ سبعه" کہلاتی ہیں۔

انسان کو چاہیے کہ رات کو سونے سے پہلے ان ساتوں سورتوں کو پڑھ کر سویا کرے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رات کو سونے سے پہلے ان ساتوں سورتوں کو پڑھ کر، آرام فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ان "مُسَبِّحَاتِ سبعه" میں ایک آیت کریمہ ایسی ہے جس کا پڑھنا، قرآن کریم کی ایک ہزار آیات کے پڑھنے سے بہتر ہے۔[1]

یہ آیت کون سی ہے؟ اس کے بارے میں مختلف علماء کی مختلف آراء ہیں لیکن ہمت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس ایک آیت کی جستجو کی بجائے ان "مُسَبِّحَاتِ سبعه" کو روزانہ رات کو پڑھنے کا معمول بنالیں تاکہ اُس آیت کریمہ کی برکات اور ثواب کو بھی حاصل کریں اور اس ایک آیت کے علاوہ بقیہ تلاوت کا ثواب بھی پائیں۔

اس کی تیسری مثال "طواسین" ہیں اور ان سے مراد قرآن کریم کی وہ تین سورتیں ہیں جو کہ "طس" سے

---

[1] عن عرباض بن سارية، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ المسبحات قبل أن يرقد، وقال: " إن فيهن آية أفضل من ألف آية". (سنن أبي داود، أبواب النوم، باب ما يقال عند النوم، رقم الحديث: ۵۰۱۸، ص: ۳۷۴).

شروع ہوتی ہیں۔

① سورۃ النمل: ۲۷، پ:۱۹، اس سورۂ مبارکہ کا آغاز طس ① تلک ایات القرآن وکتاب مبین سے ہوتا ہے۔

② سورۃ الشعراء: ۲۶، پ:۱۹، اس سورۂ مبارکہ کا آغاز طسم ① تلک ایات الکتاب المبین سے ہوتا ہے۔

③ سورۃ القصص: ۲۸، پ:۲۰، اس سورۂ مبارکہ کا آغاز طسم ① تلک ایات الکتاب المبین سے ہی ہوتا ہے۔

اس کی چوتھی مثال ''حوامیم'' ہیں اور یہ قرآن کریم کی وہ سات سورتیں ہیں جو حروف مقطعات ''حم'' سے شروع ہوتی ہیں یہ تعداد میں مندرجہ ذیل سات سورتیں ہیں۔

① سورۂ غافر ② سورۂ فصلت ③ سورۂ شوریٰ ④ سورۂ زخرف ⑤ سورۂ الدخان ⑥ سورۃ الجاثیۃ ⑦ سورۃ الاحقاف۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان ''حوامیم سبعہ'' (ساتوں حوامیم) کو ان کے مضامین اور خوبصورتی کی وجہ سے، خالص ریشم کے پارچے قرار دیتے تھے[1] اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ——— جو کہ جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے ——— مسجد تعمیر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے تعمیر کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ مسجد کن لوگوں کے لیے بنائی جا رہی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ''یہ ان لوگوں کے لیے ہے، جو ''حوامیم'' والے ہیں۔

ان کے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ تھا کہ یہ مسجد کسی خاص نسل یا قبیلے کے افراد کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر اس مسلمان کے لیے جو بھی ''حوامیم سبعہ'' کی تلاوت کرتا ہے یا ان پر ایمان رکھتا ہے۔[2]

---

[1] عن مجاهد قال: قال عبدالله ﴿حم﴾ ديباج القرآن. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب فضائل القرآن، رقم:۲۷، من قال الحسد فی قراء ۃ القرآن، رقم:۳۰۹۱۳، ج:۱۵، ص:۵۵۷)

[2] عن أبي الدرداء قال: مر عليه رجل وهو يبني مسجداً، فقال: ماهذا؟ قال: هذا لآل حم. (ایضاً، رقم الحدیث: ۳۰۹۱۶، ص:۵۵۸)

اس سلسلے میں مزید مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں لیکن بنیادی طور پر یہ مضمون چونکہ ''علوم القرآن'' کے ضمن میں آتا ہے۔اس لیے یہاں انہی مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ بھی نظر اور عمل میں ہونا چاہیے کہ سور قرآنی کی تقسیم ایک اور طرح سے بھی کی گئی ہے ① الطّوال ② المئین ③ المثانی ④ المفصل۔

① الطّوال: اس سے مراد قرآن کریم کی سات بڑی سورتیں ہیں جن کا آغاز سورۂ بقرہ سے ہوتا ہے اور اس کے بعد ② سورۂ ال عمران ③ سورۃ المائدہ ⑤ سورۃ الانعام ⑥ سورۃ الاعراف ⑦ اور ساتویں سورت میں اختلاف ہے یعنی یا وہ سورۂ توبہ ہے اور یا پھر سورۂ توبہ کے ساتھ سورۂ انفال بھی ان میں شامل ہے۔

② المئین: قرآن کریم کی وہ تمام سورتیں جن کی آیات ایک سو یا ایک سو سے زیادہ ہیں۔

③ المثانی: قرآن کریم کی وہ تمام سورتیں جن کی آیات سور سے کچھ کم یا سور کے قریب قریب ہے۔

④ المفصل: ان سورتوں کا آغاز سورۂ حجرات سے ہوتا ہے اور اختتام قرآن کریم کی آخری سورت ہے۔

ان مفصل سورتوں کی مزید تین قسمیں ہیں جو امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کی تھیں۔انھوں نے اپنے دور خلافت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ امیر گورنر ہونے کی وجہ سے جب لوگوں کو نماز پڑھائیں تو فجر اور ظہر کی نماز میں ① طوال مفصل کی تلاوت کیا کریں۔عصر اور عشاء کی نماز میں ② اوساط مفصل کی تلاوت کیا کریں اور مغرب کی نماز میں ③ قصاء مفصل کی تلاوت کیا کریں۔

گویا کہ انہوں نے ''المفصل'' کو مزید تقسیم کیا اور ان میں سے پہلی قسم

① طوال مفصل ہوئی اور یہ وہ سورتیں ہیں جن کا آغاز سورۃ الحجرات، پ:۲۶، سے ہوتا ہے اور

سورۃ البروج، پ:۳۰ سے پہلے پہلے ان کا اختتام ہوجاتا ہے اور فقہ حنفی کے مطابق کوئی بھی شخص خواہ وہ امام ہو یا بغیر جماعت کے اپنی فرض نماز پڑھ رہا ہو اسے چاہیے کہ فجر اور ظہر کے فرائض میں پہلی اور دوسری رکعت میں ان مذکورہ سورتوں میں سے کوئی ایک مکمل سورت فرض نماز کی پہلی رکعت میں اور کوئی ایک دوسری مکمل سورت فرض نماز کی دوسری رکعت میں پڑھے تاکہ اس کی نماز سنت کے مطابق ادا ہو جائے۔

② دوسری قسم ''اوساط مفصل'' ہوئی اور یہ وہ سورتیں جن کا آغاز سورۃ البروج، پ:۳۰ سے ہوتا ہے اور سورۂ البینۃ، پ عم سے پہلے پہلے ان کا اختتام ہوجاتا ہے۔فقہ حنفی کے مطابق ہر وہ شخص جو عصر یا عشاء کی فرض نماز پڑھ رہا ہے یا پڑھا رہا ہے اسے چاہیے کہ فرض نماز کی پہلی رکعت میں ان مذکورہ بالا سورتوں میں سے کوئی ایک مکمل سورت اور دوسری رکعت میں دوسری مکمل سورت تلاوت کرے۔

تقسیم سور کے معاملے میں بعض اہل علم حضرات نے سورۃ البروج کو طوال مفصل میں شمار کیا ہے لیکن یہاں پر اسے اوساط مفصل میں اس لیے شمار کیا گیا کہ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت آتی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں فرض کی دو رکعتوں میں سورۃ البروج اور سورۂ الطارق کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[1]

سو نماز عشاء میں ان سور کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ البروج اوساط مفصل میں سے ہے۔

③ اور تیسری قسم ''قصار مفصل'' ہوئی اور یہ وہ تمام سورتیں ہیں جو سورۂ البینۃ، پ:۳۰ سے شروع ہو کر قرآن کریم کی آخری سورت، سورۃ الناس، ۱۱۴، تک ہیں، حنفی فقہ کے مطابق جو شخص بھی مغرب کی نماز

---

[1] عن أبي هريرة ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في عشاء الآخرة بالسماء، يعني : ﴿ذات البروج﴾،و ﴿السماء والطارق﴾.(مسند أحمد ،تتمة مسند أبي هريرة رضي الله عنه ، رقم الحديث :٨٣٣٢ ، ج:١٤،ص:٧٧)

میں فرض پڑھ یا پڑھا رہا ہو، اسے چاہیے کہ فرض نماز کی پہلی رکعت میں، ان سورتوں میں سے ایک مکمل سورت پہلی رکعت میں اور دوسری رکعت میں ان سورتوں میں سے کسی دوسری مکمل سورت کی تلاوت کرے تاکہ اس کی نماز سنت کے مطابق ہو جائے۔

افسوس ہے کہ آج کل کیا منفرد، اپنی الگ نماز پڑھنے والے اور کیا آئمہ مساجد، سبھی نے اپنی فرض نمازوں میں ان سورتوں کی تلاوت کی پابندی کو ترک کر دیا ہے۔[1]

---

② "فَتَحَ" (کھولنا) درحقیقت بندش کی ضد ہے اسی لئے "اَلْفَتْحُ" اس پانی کو کہتے ہیں جو زمین سے پھوٹ کر نکلتا ہے۔ "فَتُوْحٌ" وہ اونٹی جس کے پستان کا سوراخ کشادہ ہو، "مُفَاتَحَةٌ" جماع کرنا کیونکہ اس فعل میں مرد یا تو خود کھلتا ہے اور یا پھر کھولتا ہے۔ ہر وہ چیز جس سے کوئی اور چیز کھلے اسے "مِفتاحُ" (چابی) کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے "الفتّاح" بھی ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر رحمت اور رزق کے دروازے کھولتا ہے)۔ "فَوَاتِحُ الْقُرآن" قرآن کریم کی سورتوں کے ابتدائی حصے کو کہا جاتا ہے کیونکہ ہر سورت کا آغاز اس کے ابتدائی حصے سے ہی ہوتا ہے، اس سورۃ مبارکہ کو "الفاتحۃ" (شروع) کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم قرآن کریم کا آغاز خواہ وہ کتابت سے ہو یا

---

[1] امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس تقسیم اور ان کے مسائل کی تفہیم کے لیے ملاحظہ ہو۔

① حاشیہ ابن عابدین، رد المحتار الدر المختار، ترتیب افعال الصلاۃ، فصل فی القرأۃ فرض القرأت، رقم الحدیث: ۴۵۶۴، ج:۳،ص:۴۵۸۔

② نصب الرایہ الاحادیث الھدایہ للزیلعی رحمۃ اللہ علیہ، کتاب الصلاۃ، فصل فی القرأۃ، الحدیث الخامس والخمسون، ج:۲،ص:۴

③ حلبی کبیر، صفۃ الصلاۃ، ص:۳۱۲۔

تلاوت سے ،اسی سورت سے کرتے ہیں گویا کہ اس سورۂ مبارکہ سے قرآن کریم کوشروع کیا جارہا ہے۔آسان الفاظ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سورۂ فاتحہ قرآن کریم کا دیباچہ ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کے اور بھی متعدد نام ہیں؛ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الإتقان فی علوم القرآن'' میں[1] اور علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروزآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بصائر ذوي التمیز فی لطائف الکتاب العزیز'' میں[2] ان ناموں کی تفصیل ذکر کی ہے،ہم نے بھی دائرہ معارفِ قرآنیہ میں ان ناموں کا استقصاء کرنے کی کوشش کی ہے،تاہم چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

①سورۃ الحمد ② أمّ القرآن ③ سورۃ الصلاۃ ④ السبع المثانی ⑤ الرّقیۃ ⑥الشفا⑦ سورۃ الثنا ⑧الشافیۃ.

ہر کتاب کا کوئی نہ کوئی موضوع ہوا کرتا ہے۔کتاب کی عبارات اور مندرجات یہ بتاتے ہیں کہ اس کتاب کا مخاطب کون ہے؟اور اس کتاب میں کن امور سے اعتناء برتا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب —— قرآن کریم —— بھی اس قاعدے اور کلیے سے مستثنیٰ نہیں۔اس کا بھی ایک موضوع ہے جس کے متعلق اس کی ہر ہر آیت قاری کی توجہ مبذول کراتی ہے اور سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۃ والناس تک ایک حرف بھی ایسا نہیں ملتا، جو اپنے موضوع سے ہٹا ہوا ہو۔قرآن کریم کا مخاطب کون ہے اور کس مقصد کے لیے یہ شاہکار نازل کیا گیا ہے؟اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کا موضوع صرف ایک ہے اور وہ ہے ''انسان''

(جاری ہے)

---

[1] ج:۱،ص:۱۸۷.

[2] بصیرۃ فی الحمد ،ج:۱،ص:۱۲۸

علامہ جاراللہ زمخشری اور ان کی تفسیر کشاف

مفتی محمد سعید خان

کون ایسا ہوگا جس نے معتزلہ اور احناف کو پڑھا ہو اور خوارزم کے نام سے ناواقف ہو؟ دوسری صدی ہجری، اموی دورِ حکومت میں یہ علاقہ فتح ہوا اور ازبکستان کے سفر میں اسے دیکھنے اور رہنے کا موقع ملا۔ اہلِ علم کی ایک بہت بڑی تعداد اس خاک سے اُٹھی۔ علوم وفنون میں کوئی علم وفن ایسا نہیں ہے جس کے عمائدین اس علاقے سے منتسب نہ ہوں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، لغت، تاریخ اور طب تو مسلمانوں کے اپنے گھر کے علوم تھے فلسفہ، ہندسہ، ریاضیات، اور طبیعیات کے مسلم ماہرین اس علاقے کے بھی تھے۔ ابن بطوطہ اپنے سفرنامے میں اور یاقوت حموی معجم البلدان میں خوارزم کا تذکرہ کرتا ہے اور یاقوت حموی نے اپنی یہ عظیم الشان کتاب ''معجم البلدان'' لکھنے کے لیے تین سال (از ۶۱۶ تا ۶۱۹ھ) مسلسل اسی علاقے میں قیام کیا تھا کیونکہ انہیں اپنی کتاب کی تکمیل کے لیے جتنی بھی کتابیں درکار تھیں وہ یہیں کے عظیم الشان کتب خانے انہیں مہیا کر سکتے تھے۔ ترک، جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، خوارزمی ان کے خلاف جہاد کے لیے مشہور بھی تھے اور یہاں کے باشندوں کے لیے وہ جہاد قابلِ فخر بھی تھا۔

روزِ اول سے فقہ حنفی ان کے خمیر میں رچ بس گئی تھی چنانچہ یہاں کے حنفی فقہاء اور مفتیان کرام سے طبقات حنفیہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور ''ضحوۂ کبریٰ'' کی بحث میں جن اعیان واکابر کا نام سرفہرست ہے، ان میں سے اکثر کا تعلق اس خوارزم سے تھا۔ یتیمۃ الدھر فی محاسن اھل العصر جو کہ ابومنصور ثعالبی کی کتاب ہے، اس میں علماء وفضلاء نثر میں شاعری کیے یا شاعری میں نثر، کا ایک

شاہکار نمونہ ہے۔ عربی ادب اور زبان کے عشاق تو اس کتاب کے ایک ایک جملے پر پہروں سر دھنتے ہیں۔ پانچویں صدی ہجری تک خوارزم میں اہل السنۃ والجماعۃ کا سورج نصف النہار پہ رہا لیکن اس کے بعد جب بنو بویہ کا دور شروع ہوا تو عراق، خراسان اور صرف خوارزم ہی نہیں بلکہ تمام ماوراء النہر میں اعتزال کی تبلیغ شروع ہوگئی۔ بڑے بڑے علماء عقیدے میں معتزلی اور فقہ میں حنفی ہوئے۔ پانچویں صدی ہجری میں معتزلہ کے مسلک کی اشاعت وترویج کے لیے جس شخصیت نے انتہائی جدوجہد کی وہ اصفہان کے ایک عالم اور عربی زبان کے ادیب ابومضر محمود بن جریر تھے۔ لغت، نحو اور طب میں اس شخص کو غیر معمولی مہارت حاصل تھی اور پھر اس کے عمدہ اخلاق اور وسعت علمی نے لوگوں کو اس کا دیوانہ بنا دیا۔ محمود بن جریر نے اپنی اس شہرت سے خوب فائدہ اُٹھایا اور اعتزال کے لیے اتنی بھرپور محنت کی کہ کچھ ہی عرصے میں خوارزم معتزلہ کا گڑھ بن گیا۔ خوارزمی فقہی اعتبار سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیوانے اور عقیدے کے اعتبار سے معتزلی ہوگئے اور یہ معاملہ اس حد تک بڑھا کہ یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ ان علاقوں میں اگر کوئی شخص یہ کہتا تھا کہ میں حنفی ہوں تو لوگ یہ سمجھنے لگتے تھے کہ یہ یقیناً معتزلی بھی ہوگا۔ چنانچہ خوارزمیوں کو یہ صراحت کرنی پڑتی تھی کہ وہ (معتزلی) نہیں ہیں البتہ حنفی ہیں گویا کہ خوازمی اور معتزلی دونوں مترادف الفاظ ہوگئے تھے۔

اسی خوارزم کے ایک گاؤں ''زمخشر'' میں ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا نام محمود رکھا گیا۔ اس کے والد کا نام عمر بن محمد تھا۔ اس بچے کی کنیت ابوالقاسم تھی اور چونکہ زمخشر گاؤں میں پیدا ہوا تھا اس لیے زمخشری کہلایا اور مکمل نام مع القاب یوں بنا ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد الزمخشری جار اللہ۔ تاریخ ولادت ۲۷ رجب ۴۶۷ھ تھی۔ اور ۲۷ رجب کی شب معراج سے اگر فال لی جائے تو یہ لکھنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اس بچے کو علمی معراج نے اتنا عروج دیا کہ قیامت تک کے لیے علم تفسیر میں اس کا

نام ثبت ہوا۔اس نے قرآن کریم اس نے قرآن کریم کی تفسیر ''کشاف''لکھی اور وہ عروج پایا کہ علامہ رازی، بیضاوی، صاحب روح المعانی اور علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہم اللہ جیسے نابغہ روزگار اس کے خوشہ چین ہوئے۔

اس علامہ جار اللہ زمخشری معتزلی کے حصول علم اور تربیت میں بڑا ہاتھ ان کی والدہ ماجدہ کا تھا۔دیگر بچوں کی طرح ان کا بچپن بھی شرارتوں سے بھرپور تھا اور ایک دن انہوں نے ایک چڑیا کی ٹانگ توڑ دی۔والدہ کا دل بہت دکھا اور ان کی طبیعت میں جو عدل وانصاف تھا،اس کی وجہ سے انہوں نے اپنے اس بچے کو بددعا دی کہ اس کی ٹانگ بھی ٹوٹ جائے۔یہ بددعا مقبول ہوئی اور کسی علمی سفر میں جار اللہ زمخشری کا ایک پاؤں ضائع ہوگیا۔بعدازاں انہوں نے لکڑی کا ایک پاؤں بنوالیا،جس کی وجہ سے ان کے چلنے میں لنگ رہا۔

تحصیل علم کے لیے نے بخارا کا سفر کیا کئی مرتبہ بغداد آئے اور بخارا میں جس شخص کے علم کے ڈنکے پٹ رہے تھے،وہ وہی ابومضر محمود بن جریر تھا،جس کا تذکرہ ابھی گذرا ہے۔نقیب معتزلہ اور اپنے دور کا امام لغت۔علامہ جار اللہ زمخشری نے اس شخص کو اپنا استاد ہی نہیں،محبوب بھی بنالیا۔اسی کے مسلک پر جینے اور مرنے کا پیمان باندھا اور اتنے کٹر معتزلی ہوئے کہ جب اپنے اس استاد کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کے خدام سے کہتے:

قل له ابو القاسم المعتزلی بالباب. اطلاع دیجیے کہ ابوالقاسم معتزلی، در دولت پہ حاضر ہوا ہے۔

تعلیم مکمل ہوئی اور انہوں نے خراسان کی ٹھانی پھر وہاں سے اصفہان آئے اور ۵۱۲ھ ان کی زندگی کا وہ سال ہے،جس نے ان کی طبیعت یکسر بدل کر رکھ دی۔ہوا یہ کہ وہ بیمار ہوئے اور اتنے شدید کہ زندگی سے مایوسی ہوگئی۔نذر مانی کہ اگر صحت مل جائے تو ہر در چھوڑ کر مالک حقیقی کی رضا کے

لیے عمر وقف کر دوں گا۔نذر پوری ہوئی اور جب شفایاب ہوئے تو بیت اللہ کا سفر اختیار کیا اور پانچ برس تک بیت اللہ میں جبہہ سائی ——— کرنے کے بعد اپنے وطن خوارزم لوٹے۔ بیت اللہ کی یہ جدائی کہاں چین لینے دیتی تھی آخر کار سامان سفر باندھا اور ۵۲۶ھ میں دوبارہ بیت اللہ شریف میں حاضر ہوئے بارہ سال کی اس مسلسل حاضری سے جاراللہ (اللہ تعالیٰ کا ہمسایہ) لقب ہوا۔اسی سال انہوں نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر ’’الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل‘‘ کے لیے قلم اُٹھایا اور کیا مبارک گھڑی تھی کہ ہاتف غیبی نے ندادی کہ اس تفسیر کو تاقیام قیامت دوام حاصل ہے۔محض دو سال کی مدت میں انہوں نے ۵۲۸ھ میں اپنے اس کام کی تکمیل کر دی۔

۵۳۳ھ میں پھر وطن کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگی اور رخت سفر باندھا۔۵۳۸ھ میں خوارزم کے صدر مقام جرجانیہ پہنچے اور پیوند خاک ہوئے۔

ان کے دور سے لے کر آج تک اہل علم ان کے علم اور کمالات کے معترف رہے۔علامہ جاراللہ پہلے سنی تھے پھر معتزلی ہوئے اور ہمیشہ معتزلی ہی رہے۔انہوں نے اپنی کتابوں جابجا یہ تصریح کی ہے کہ وہ عقائد واصول میں معتزلی اور فروع میں حنفی ہیں۔جن حضرات کا گمان یہ ہے کہ انہوں نے اعتزال سے توبہ کر کے حنفیت یا شیعیت اختیار کر لی تھی ، تاریخی حقائق اس گمان کی تائید یا تصدیق نہیں کرتے۔

(جاری ہے)

نام جچتا ہے جو تیرا، وہی نامی ہو گا

نام جچتا ہے جو تیرا، وہی نامی ہو گا　　　عیش اُس شخص کا بِالجزم دَوامی ہو گا
دفترِ نقدِ عمل ، خیرِ خِتامی ہوگا　　　سر فرشتوں کا جھکا بہرِ سلامی ہو گا

دونوں عالم میں وہی شخص گرامی ہو گا
جس کی گردن میں ترا طوقِ غلامی ہو گا

تیری اُمت میں ہوں، بس یہ ہے فضیلت میری　　　دور کیا ہے تری رحمت سے شفاعت میری
مدحتِ سیدِ کونین ﷺ سعادت میری　　　ذکر تیرا ہی مرا ناصر و حامی ہو گا

دونوں عالم میں وہی شخص ِگرامی ہو گا
جس کی گردن میں ترا طوقِ غلامی ہو گا

ہے خدا صدر نشیں ، رونقِ محفل تو ہے　　　مظہرِ حقِ مبیں ، ماحی باطل تو ہے
عرش کے آخری پیغام کا حامل تو ہے　　　حاکمِ فرشِ زمیں تیرا پیامی ہو گا

دونوں عالم میں وہی شخص ِگرامی ہوگا
جس کی گردن میں ترا طوقِ غلامی ہو گا

برگزیدہ ہوئے وہ ، شرک تھا جن کا ماضی　　　تجھ کو مانا تو خدا ہوگیا اُن سے راضی
تو ہے معیارِ جزا اور خدا ہے قاضی　　　تیری طاعت سے بڑا ادنیٰ و عامی ہو گا

دونوں عالم میں وہی شخص ِگرامی ہو گا
جس کی گردن میں ترا طوقِ غلامی ہو گا

تو مرا ملجا وماویٰ ، تو ٹھکانہ میرا　　　میں تو سائل ہوں ترا، نعت بہانہ میرا
تیری توصیف و ثنا ہو جو ترانہ میرا　　　شعر ہم مرتبۂ سعدیؔ وجامیؔ ہو گا

دونوں عالم میں وہی شخص ِگرامی ہو گا
جس کی گردن میں ترا طوقِ غلامی ہو گا

(پروفیسر عابد صدیق مرحوم)